مالاکنڈ میں عسکریت کے ذمہ دار ہرگز وہ لوگ نہیں، جن کا نام سلیم صافی نے لیا ہے

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تو روزِ اوّل سے قوم کو پرامن مگر منظّم عوامی جدوجہد کے ذریعے نفاذِ اسلام کا راستہ دکھا رہے ہیں

خالد محمود عباسی

مئی 2009ء کے روزنامہ جنگ میں معروف کالم نگار سلیم صافی کا ایک کالم بعنوان ''ایک تجویز'' شائع ہوا۔ کالم نگار نے مالاکنڈ کی موجودہ صورت حال کے حوالے سے جن شخصیات کے کردار پر اظہار خیال کیا اُن میں سے ایک بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہیں۔ کالم کے بعض حصے الزامی نوعیت کے ہیں اور ان میں پیش کردہ خیالات حقائق کے منافی ہیں جن کی نشاندہی نائب ناظم اعلیٰ زون شمالی پاکستان جناب خالد محمود عباسی نے سلیم صافی کے نام اپنے ایک خط میں کی۔ صحافتی اخلاق کا تقاضا تھا کہ یہ خط جنگ میں شائع کیا جاتا، مگر ایسا نہ ہوسکا۔ یہ اہم خط اب ''جواب آں غزل'' کے طور پر ندائے خلافت کے صفحات میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

محترم جناب سلیم صافی صاحب السلام علیکم

مزاج گرامی!!

اس وقت آپ کو مخاطب کرنے کا سبب آپ کا وہ کالم بنا جو آپ نے روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحے پر 25 مئی کو ایک ''ایک تجویز'' کے عنوان سے سپردِ قلم کیا ہے۔ اس سے قبل آپ سے اکلوتی ملاقات اسلام آباد میں ہو چکی ہے جو خوشگوار تاثرات کے ساتھ یادداشت میں محفوظ ہے۔ اسی سے یہ اُمید بھی پیدا ہوئی کہ آپ میری معروضات پر غور فرمائیں گے۔ اس لیے آپ کی خدمت میں یہ گزارشات ارسال کر رہا ہوں۔

آپ کی اس بات سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت افغانستان اور پاکستان کے طول و عرض میں پٹھان رسوا ہو رہا ہے (میری رائے میں اس لیے کہ اس سخت جان سے روح محمدؐ تا حال نہیں نکالی جاسکی ہے)۔ آپ اس لڑائی کو مسلمانوں اور پاکستان کے لیے تباہ کن اور امریکہ کے لیے مفید سمجھتے ہیں۔ چنانچہ تجویز کرتے ہیں کہ سید منور حسن، مولانا فضل الرحمٰن اور ڈاکٹر اسرار احمد بروئے کار آئیں اور امن قائم کروانے میں اپنا کردار ادا کریں اور آپ حکومت سے بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کی خدمات سے استفادہ کرے۔

اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ سوات میں برسرِ پیکار لوگوں کے لیے سب سے زیادہ قابل احترام شخصیت اگر کوئی تھی تو وہ مولانا صوفی محمد کی تھی جو مولانا فضل اللہ کے سسر بھی ہیں۔ مولانا صوفی محمد کے بارے میں یقیناً آپ آگاہ ہوں گے کہ انھوں نے 1989ء میں جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر کے پرامن تحریک کے ذریعے شریعت کے نفاذ کی کوششوں کا آغاز کیا۔ جب سوات کے لاکھوں لوگ اُن کے مطالبے کے حق میں کھڑے ہوگئے تو 1993ء میں بے نظیر حکومت نے شریعت کے نفاذ کا وعدہ کر لیا جو تحریک کا زور ٹوٹنے کے بعد ایفا نہ ہوسکا۔ یہ تحریک 1999ء میں دوبارہ منظّم ہوئی اور اب کی بار نوبت مسلح تصادم تک جا پہنچی۔ چنانچہ اب نواز شریف حکومت نے نظام عدل نافذ کرنے کا وعدہ کیا۔ چند ہی ماہ بعد ملک میں مارشل لاء لگ گیا اور یہ معاہدہ بھی وفا نہ ہوسکا۔ نو گیارہ کے بعد مولانا صوفی محمد طالبان کی مدد کرنے بندوق اُٹھا کر افغانستان چلے گئے، جہاں سے واپسی پر گرفتار ہوگئے اور جیل میں ڈال دیئے گئے۔ اس دوران حکومت کی پالیسیوں اور خصوصاً لال مسجد آپریشن نے اس تحریک کے لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کیا اور لیڈر کے جیل میں ہونے کے باعث تحریک تشدد کے راستے پر چل نکلی۔ آخر کار مجبور ہو کر حکومت سرحد نے مولانا صوفی محمد کو جیل سے رہا کیا اور قیامِ امن اور نظامِ عدل کے لیے اُن سے معاہدہ کیا۔ مولانا صوفی محمد کی کوششوں سے سوات کے طالبان نے اپنی کارروائیاں تو روک لیں لیکن ہتھیار رکھنے کو نظام عدل کے باقاعدہ نفاذ سے مشروط کر دیا۔ دوسری جانب صدرِ مملکت نے دستخط کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا اور دو ماہ تک اس معاملے کو التواء میں ڈالے رکھا اور جب طالبان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور انھوں نے بونیر کی طرف پیش قدمی شروع کردی تو سرحد حکومت کی دھمکی میں آکر بالآخر صدر مملکت نے دستخط کر دیئے لیکن دیر میں کھلونا بم دھماکے کو جواز بنا کر آپریشن بھی شروع کر دیا گیا۔ اس سارے عمل نے مولانا صوفی محمد کی ساکھ کو طرفین میں بری طرح مجروح کیا۔ یاد رہے کہ اس طرح چودھری شجاعت حسین کو پہلے اکبر بگٹی (مرحوم) سے مذاکرات کرنے کے لیے استعمال کیا گیا اور بعد میں لال مسجد کے معاملے میں اُن کی مٹی پلید

کروائی گئی۔ مولانا نیک محمد سے معاہدہ کر کے مقامی کمانڈر نے اُسی کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا تو چند دن بعد اُسے وہاں سے ہٹ کر دیا گیا جہاں کی بے چارے کو خبر بھی نہ ہو سکی۔ اندریں حالات سلیم صافی صاحب، کون احمق ہو گا جو حکمرانوں کی طرف سے ضامن بن کر مذاکرات کرے گا؟

مزید برآں اس اطلاع کا واحد ذریعہ صرف آپ ہیں کہ سوات کے طالبان ڈاکٹر اسرار احمد پر اعتماد کرتے ہیں۔ آپ سوچیے! کیا مولانا صوفی محمد صاحب سے بھی زیادہ اعتماد کرتے ہوں گے؟ تو جو کام صوفی محمد صاحب سے نہ ہو سکا وہ ڈاکٹر اسرار احمد کیسے کر سکتے ہیں؟

آپ نے اپنی تجویز یقیناً گہرے غور و فکر کے بعد ہی مرتب کی ہو گی اور آپ سے جس خوشگوار ملاقات کا ذکر میں ابتداء میں کر چکا ہوں اُس کی روشنی میں مجھے آپ کے خلوص و اخلاص پر بھی کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن کالم کے آخری حصے میں یہ لکھ کر کہ '' میں جب اس نوع کی تجویز سامنے رکھتا ہوں تو لوگ مجھے پاگل سمجھ کر کہتے ہیں کہ میں اسی عطار کے لونڈے سے دوا لینے کی کوشش کر رہا ہوں جو بیماری کا سبب ہے، لیکن میرا ان کو یہی جواب ہوتا ہے کہ یہ آگ وہی لوگ بُجھا سکتے ہیں جنھوں نے اسے بھڑکا رکھا ہے'' میرے دِل میں بدگمانی کو راہ پانے کا موقع دیا ہے۔ صافی صاحب کیا آپ واقعی یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آگ ڈاکٹر اسرار احمد نے بھڑکائی ہے، سید منور حسن نے یا مولانا فضل الرحمٰن نے!!! حالانکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ آخر الذکر دونوں حضرات کی جماعتوں کو اس عمل نے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اور جماعت اسلامی کو طالبان سے سوات میں اتنا ہی نقصان ہوا جتنا کراچی میں ایم کیو ایم سے۔ رہے ڈاکٹر اسرار احمد تو اُن کے بارے میں آپ کو آگہی ہو گی کہ وہ زندگی بھر عدم تشدد کا درس دیتے رہے اور پر امن مگر منظم عوامی جدوجہد کے ذریعے اسلام کے نفاذ کا طریقہ کار واضح کرتے رہے۔ انھوں نے مولانا صوفی محمد صاحب کو بھی اسی طرز پر کوشش کرنے کی دعوت دینے کی غرض سے 1993 میں سوات کا سفر بھی کیا۔ سلیم صافی صاحب اگر آپ کے درج بالا اقتباس کا مفہوم کچھ اور ہے تو براہ کرم اُس کی وضاحت فرما دیں تا کہ آپ کے بارے میں کوئی بدگمانی کسی کے دل میں جگہ نہ پائے۔

آپ نے اپنے کالم میں اس خدشے کا بھی اظہار کیا ہے کہ طالبان کے طرزِ عمل کی وجہ سے لوگ شریعت سے متنفر ہو رہے ہیں۔ آپ کے الفاظ کے مطابق ''......میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اس کے تناظر میں اس خطے کا مستقبل مجھے نہایت سیکولر اور مذہب بیزار نظر آ رہا ہے۔'' آپ کا یہ خدشہ بالکل بے بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا اور یقیناً جدید فسطائیوں کی کوشش بھی یہی ہے کہ Â ''ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو''۔ ان جدید فسطائیوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دَور کے سوفسطائیوں کی بھی خواہش یقیناً ایسی ہے۔ لیکن اس خواہش، کوشش اور خدشے کے روبہ عمل آنے کا امکان اتنا ہی ہے جتنا ناکامی سے دوچار ہونے کا۔ میری نظر میں تو اس خطے میں جدلیاتی مادیت کے اصول کے مطابق ایک عجیب ترکیب دعوی وجود میں آنے والا ہے جس نے پوری دنیا پر چھا جانا ہے۔ اور یہ ترکیب دعوی اس لئے عجیب ہو گا کہ یہ اسلام اور کیمونزم کے درمیان ہو گا۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ اس علاقے میں طالبان تحریک سے قبل کسان تحریک بڑی متحرک تھی۔ اس تحریک نے لوگوں کے اندر خوانین کے خلاف شعور اُجاگر کیا۔ پھر مولانا مودودیؒ کے فکر نے یہاں اپنے اثرات چھوڑے اور تحریک شہیدین کے لہو کی تو یہ مٹی امین ہے ہی۔ ان عوامل نے مل کر جو شکل اختیار کی ہے یہ موجودہ عمل اس کی ایک جھلک ہے۔ اس خطے سے جو اُمیدیں ڈاکٹر اسرار احمد نے باندھی ہیں اس میں وہ اکیلے نہیں، بلکہ علامہ شکیب ارسلان، علامہ محمد اقبال اور نعمت اللہ شاہ ولی بھی اس صف میں کھڑے ہیں اور سب سے بڑھ کر جناب نبی اکرم ﷺ کی ایک سے زائد روایات میں اس علاقے سے اسلام کے غلبے کے آغاز کے اشارے ملتے ہیں۔ اب د Ù ہیں آنے والا وقت آپ کے خدشات، فسطائیوں کی کاوشوں اور سوفسطائیوں کی خواہشوں کو درست ثابت کرتا ہے یا ڈاکٹر اسرار احمد کی توقعات پر پورا اترتا ہے۔ Â پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!

محترم سلیم صافی صاحب! چونکہ جنگ میں شائع ہونے والے آپ کے مضمون کے بعض حصے الزامی نوعیت کے ہیں اور میں نے ان کا جواب دینے کی اپنی سی کوشش کی ہے، لہٰذا صحافتی اخلاق کا تقاضا ہے کہ آپ میرا یہ جواب بھی شائع کر دیں تا کہ عوام کے سامنے بات واضح ہو جائے۔ شکریہ